مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔ مدرس دار العلوم حقانیہ

۳

حقانیہ سے ازہر تک

مشورہ یہ ہوا کہ اس کی تمام تر ذمہ داری پاکستانی سفارت خانے پر ہے کہ جنہوں نے اس ناقص انتظام کے باوجود متعلقہ وزارت کو باخبر نہیں رکھا۔ جس کی وجہ سے وزارت مذہبی امور نے انتخاب میں غلطی کی۔ اگر وزارت کو یہ حالت معلوم ہوتی تو وہ ہرگز ہمارے ان بزرگ ساتھیوں کو دوبارہ طالب علمی کے لئے نہ بھیجتے۔ لہذا سفیر پاکستان راجہ ظفر الحق صاحب کو ان کمروں میں بلایا جائے تاکہ وہ اس حالت کو دیکھ کر کچھ فیصلہ کر سکیں۔

شام کے وقت راجہ ظفر الحق صاحب تشریف لے آئے۔ راجہ صاحب سابق وزیر اطلاعات ونشریات ہیں۔ ۱۹۸۵ء کے عام انتخابات میں شکست کھانے کے بعد آپ کو مصر میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا۔ راجہ صاحب بذاتِ خود شریف النفس انسان ہیں علم دوست اور علماء پرور شخصیت ہیں۔ ختم نبوت کی تحریکوں میں ان کی خدمات اور سعی جمیلہ کا ہر ایک کو اعتراف ہے۔

مولانا اسلم قریشی نے جب ایم ایم احمد قادیانی پر حملہ کر کے جہنم رسید کرنا چاہا تو راجہ صاحب نے اس وقت حکومت اور قادیانیوں کی دھمکیوں کے باوجود بغیر کسی دنیوی لالچ کے ختم نبوت کے اس نڈر سپاہی کی سرکار کچہری میں وکالت کی۔ مقدمہ جیت کر علماء حق کے زمرہ میں ہر دلعزیز بنے۔ اہل اللہ اور علماء سے فطری محبت کی وجہ سے آپ نے مصر میں جا کر بھی ایک مسلمان ملک کی خوب سفارت کی۔ علمی حلقوں سے تعلقات بنا کر وہاں کے علماء کے دل بھی موہ لئے۔

راجہ صاحب نے شرکاء وفد کے سامنے تقریر کر کے پہلے ازہر والوں کا شکریہ ادا کیا اور پھر شرکاء وفد سے فرداً فرداً ملاقات کر کے انہیں خوب تسلی دی۔ متعلقہ کمروں میں جا کر جب ناقص انتظامات سے باخبر ہوئے تو ساتھیوں کو صبر کی تلقین کراتے رہے۔ چند اشکالات کا موقعہ پر ازالہ فرمایا۔ اور باقی ضروریات کی تکمیل کرانے کے لئے سیکریٹری کو ہدایت کی۔

راجہ صاحب نے ان تین مہینوں میں شرکاء وفد سے بڑا شفقت آمیز رویہ رکھا۔ حج اور عمرہ کے لئے ویزا کی حصول میں آپ نے اور سفارت خانے کے تھرڈ سیکرٹری طارق اقبال بٹ صاحب نے بھی تعاون کیا۔

راجہ صاحب سے ملاقات کے بعد ساتھیوں نے کچھ اطمینان کا سانس لیا۔

سب اس انتظار میں تھے کہ شرکا کورس کی مطلوبہ تعداد پوری ہونے پر باقاعدہ طور پر افتتاح ہو۔ پاکستانی وفد پہنچنے کے بعد جس وفد کا انتظار کرنا پڑا وہ سینگال کے علماء کا وفد تھا تاہم باقاعدہ افتتاح سے قبل بھی شرکاء کورس کو مصروف رکھا گیا۔ گویا عملی طور پر کورس کا افتتاح ہمارے پہنچنے کے دو دن بعد یعنی ۱۳/اپریل کو ہو چکا تھا۔ سرکاری سطح پر افتتاح کو کافی اہمیت دی گئی۔ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ خوب تشہیر کی گئی کہ ۱۲/اپریل بروز سوموار شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق غیر ملکی خطباء اور ائمہ کے سہ ماہی تربیتی کورس کا افتتاح کریں گے۔

شیخ الازہر کا عہدہ "شیخ الازہر" کا یہ عہدہ مملکت مصر میں ایک اہم عہدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس منصب پر فائز ہونے والا شخص علم اور تحقیق کے میدان میں فوقیت کے علاوہ مذہبی حلقوں میں اس کی رائے کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ علی باشا مبارک کے بیان کے مطابق، یہ منصب مملکت مصر میں چار سو سال سے مروج ہے۔ اس کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب جامعہ ازہر میں طلباء کی کثرت ہوئی۔ یہ ضروری پایا کہ انتظامی اور تعلیمی امور کے لئے ایک ذمہ دار شخص مقرر ہو جائے۔ جو ان جملہ امور کی ذمہ داری اٹھا کر اس کا اہتمام کرے۔ ابتدائی ایام میں یہ عہدہ مذاہب میں محصور رہا۔ چنانچہ اولاً یہ منصب موالک میں، پھر شوافع میں اور پھر احناف میں رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ مسلک و مذہب کا یہ امتیاز ختم ہوا۔ اور کسی خاص مذہب سے اس کا خصوصی تعلق نہ رہا۔ آج تک مشائخ ازہر کی یہ طویل فہرست بیالیس مشائخ پر مشتمل ہے جن کے اسماء یہ ہیں:۔

الشیخ الامام محمد عبدالخراشی، پیدائش ۱۶۰۱ء وفات ۱۶۹۰ء۔ الامام ابراہیم البرماوی وفات ۱۶۹۴ء۔ الامام محمد النشرتی وفات ۱۷۱۹ء۔ الامام عبدالباقی القلیمی وفات ۱۷۱۹ء۔ الامام محمد شنن وفات ۱۷۲۱ء۔ الامام ابراہیم الفیومی۔ پیدائش ۱۶۵۲ء وفات ۱۷۲۵ء۔ الامام عبداللہ الشبراوی پیدائش ۱۶۸۰ء وفات ۱۷۵۷ء۔ الامام محمد الحفنی، پیدائش ۱۶۸۹ء، وفات ۱۷۶۷ء۔ الامام عبدالرؤف السجینی پیدائش ۱۷۴۱ء وفات ۱۷۶۸ء والامام احمد الامنہوری پیدائش ۱۶۸۹ء، وفات ۱۷۷۸ء۔ الاستاذ احمد العروسی پیدائش ۱۷۲۱ء وفات ۱۷۹۳ء۔ الامام عبداللہ الشرقاوی پیدائش ۱۷۳۷ء وفات ۱۸۱۲ء۔ الامام محمد الشنوانی وفات ۱۸۱۸ء۔ الامام محمد العروسی وفات ۱۸۲۹ء۔ الامام احمد الامہوجی پیدائش ۱۷۵۶ء وفات ۱۸۳۰ء۔ الامام حسن العطار پیدائش ۱۷۶۸ء وفات ۱۸۳۴ء۔ الامام حسن القویسنی وفات ۱۸۳۸ء۔ الامام احمد عبدالجواد السفطی وفات ۱۸۴۷ء۔ الامام ابراہیم الباجوری پیدائش ۱۷۸۴ء وفات ۱۸۶۰ء۔ الامام مصطفی محمد العروسی پیدائش ۱۷۹۸ء وفات ۱۸۷۶ء۔ الامام محمد المہدی العباسی، پیدائش ۱۸۲۷ء وفات ۱۸۹۸ء۔ الامام شمس الدین الانبابی پیدائش ۱۸۲۴ء وفات ۱۸۹۶ء

الامام حسونة النواوی وفات ۱۹۲۴ء۔ الامام عبدالرحمٰن النواوی پیدائش ۱۸۳۹ء وفات ۱۹۱۶ء۔ الامام سلیم بن ابی فراج البشری پیدائش ۱۸۳۲ء وفات ۱۹۱۶ء الامام علی محمد ابہلاوی پیدائش ۱۸۳۵ء وفات ۱۹۰۵ء۔ الامام عبدالرحمٰن الشربینی وفات ۱۹۲۶ء۔ الامام محمد ابوالفضل الجیزاوی پیدائش ۱۸۴۷ء وفات ۱۹۲۷ء۔ الامام محمد مصطفےٰ المراغی پیدائش ۱۸۸۱ء وفات ۱۹۴۵ء۔ الامام محمد الاحمد الظواہری پیدائش ۱۸۸۷ء وفات ۱۹۴۴ء الامام مصطفےٰ عبدالرزاق پیدائش ۱۸۹۵ء وفات ۱۹۴۷ء۔ الامام محمد مامون الشناوی پیدائش ۱۸۷۰ء وفات ۱۹۵۰ء۔ الامام عبدالمجید سلیم پیدائش ۱۸۸۲ء وفات ۱۹۵۴ء۔ الامام ابراہیم ابراہیم حمروش پیدائش ۱۸۸۰ء وفات ۱۹۶۰ء۔ الامام محمد الخضر حسین پیدائش ۱۸۷۶ء وفات ۱۹۵۸ء۔ الامام عبدالرحمٰن تاج پیدائش ۱۸۷۶ء وفات ۱۹۷۵ء۔ الامام محمد شلتوت وفات ۱۹۶۳ء۔ الامام حسن مامون پیدائش ۱۸۹۴ء وفات ۱۹۷۳ء۔ الامام محمد الفحام پیدائش ۱۸۹۴ء وفات ۱۹۸۰ء۔ الامام عبدالحلیم محمود پیدائش ۱۹۱۰ء وفات ۱۹۷۸ء۔ الامام محمد عبدالرحمٰن بیصار پیدائش ۱۹۱۰ء وفات ۱۹۸۲ء۔ جادالحق علی جادالحق پیدائش ۱۹۱۷ء

اگست ۱۹۶۱ء کے آئین دفعہ ۱۰۳ سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی جس وقت شیخ الازہر کو "امام الاکبر" کا درجہ دیا گیا۔ اس عہدہ پر تقرری کا تعلق بالذات صدر مملکت سے ہوتا ہے۔ پروٹوکول کے مطابق اگرچہ یہ عہدہ ایک وزیر کے مساوی شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن جامعہ سے نسبت مشیخیت کی وجہ سے "شیخ الازہر" عموماً صدر کا نائب تصور کیا جاتا ہے۔ ان تمام مشائخ ازہر کا تفصیلی تعارف اس مختصر مضمون میں مشکل ہے۔ لیکن قریب مدت میں گزرے ہوئے شیخ الازہر شیخ عبدالحلیم محمود کے خصوصی تذکرہ کے بغیر اس منصب کی حیثیت اجاگر نہیں ہوگی۔ آپ مصر میں ایک ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ آج تک ازہریوں کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ ازہر کی موجودہ ترقی کا تمام تر سہرا دکتور عبدالحلیم محمود کے سر ہے۔ ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء سے لے کر وفات تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ آپ کی آمد سے قبل جامعہ ازہر صرف دس کالجوں سے عبارت تھی۔ آپ نے ترقی دے کر ۴۵ کالجوں تک دائرہ وسیع کر دیا۔ آپ کا دور ازہر سنہری دور شمار ہوتا ہے۔ آپ کی وفات پر قائد جمعیت استاد محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کی:۔

"شیخ الازہر کا ہر دور میں ایک خاص مقام رہا ہے۔ مگر مرحوم (شیخ عبدالحلیم محمود) کا شمار ازہر کے ان گنے چنے مشائخ کرام میں ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ عمل، ظاہر کے ساتھ باطن، شریعت کے ساتھ طریقت کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ علم و تقویٰ، زہد و عمل۔ تجرد و للہیت ہر پہلو سے آپ کی ذات نمونہ تھی"

ماخوذ از الحق جلد ۱۴۔ شمارہ ۱

افتتاحی تقریب | اس سادہ اور پروقار تقریب میں شیخ کے علاوہ چند مسلمان ممالک کی سفراء کو بھی دعوت

دی گئی تھی۔ برونائی اور ملائشیا کے سفیروں کے علاوہ ہمارے سفارت خانے کے منسٹر نے سفیر صاحب کی نیابت کی۔ تقریب کی ابتدائی کارروائی انڈونیشیا کے ایک طالب علم سورہ فتح کی ابتدائی چند آیتوں کی تلاوت سے ہوئی۔ بعد ازاں مدینۃ البعوث الاسلامیہ کے مشرف عام نے شیخ الازہر اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہا جب کہ دکتور عبدالودود شلبی (جو اس کورس کے روح رواں اور دعوۃ اسلامیہ کے امین العام تھے) نے شرکاء کورس کی تعارف کے بعد اس کے انعقاد اور غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔ اہل لسان ہونے کے علاوہ فن خطابت میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے تقریب پر چھا گئے۔

غیر ملکی سفراء میں سے جن حضرات کو تقریر کرنے کی دعوت دی گئی وہ پاکستانی سفارت کے نمائندے منسٹر صاحب تھے۔ آپ نے عربی سے ناواقفیت کی بنا پر اپنے خیالات کا اظہار انگریزی میں کیا جس کی ترجمانی سفارت خانے کے تھرڈ سکرٹری طارق اقبال بٹ نے کی۔ آخر میں شیخ الازہر کے مختصر خطاب سے تقریب اختتام پذیر ہوئی اختتام پر جملہ مہمانوں کی ضیافت ٹھنڈے مشروبات سے کی گئی۔ ریڈیو۔ ٹی۔ وی کے علاوہ ملک کے اہم جرائد اور اخبارات نے کارگزاری کو شہ سرخیوں سے شائع کیا۔ روزانہ دو دو محاضرے ہوتے۔ البتہ جمعرات کے دن دو کے بجائے تین محاضرے ہوا کرتے۔ جمعہ کے دن چھٹی ہوتی۔ چاہیئے کہ ہر ایک ڈاکٹر کے متعلقہ موضوع سے کچھ اقتباسات کی جگہ ان دکاترہ کا کچھ تذکرہ مناسب رہے گا۔ پھر بھی چند معروف شخصیات کے تذکرے میں قدرے تفصیل سے کام لے کر باقی حضرات کا اجمالی تعارف کراؤں گا۔

استاذ ابراہیم خلیل آپ کا موضوع بحث "مقارنۃ الادیان" یعنی تقابل ادیان رہا۔ ہر پیر کے دن صبح تشریف لائے۔ ڈیڑھ دو گھنٹے تک بیان فرمائے۔ ابتدا میں ناواقفیت، لغت عامیہ سے عدم مناسبت کے علاوہ زبان میں معمولی لکنت کی وجہ سے بات سمجھنے میں کچھ دقت ہوتی لیکن مانوس ہونے کے بعد محسوس ہوا کہ آپ علم کے اس بحر بیکراں سے تحقیق کی موتی چن چن کر نکالتے ہیں۔ یقیناً آپ یہودیت، عیسائیت اور اسلام پر تقابلی رنگ میں کافی معلومات کے مالک تھے۔

آپ ۱۳ جنوری ۱۹۱۹ء کو بحر ابیض کے کنارے مصر کے خوبصورت شہر "اسکندریہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی تاریخ اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل ہے۔ آپ کی حیات اسلام کے ناسخ دین ہونے کی زریں حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہے۔ آپ کی زندگی تلخ وشیریں سے پر ہے۔ زندگی کے اس میدان کارزار میں آپ کو مختلف مدارج طے کرنے پڑے۔

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ گھرانہ انسان کے پیدائشی عاصی بپتسمہ اور کفارہ جیسے لایعنی عقائد کا قائل تھا۔ آپ جس گود میں پھولے وہ عیسائیت کی غمخوار اور ہمدرد تھی۔ جس مدرسہ میں پڑھا وہ عیسائیت

کا علمبردار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ عیسائیت کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لیے "راعی الکنسیہ" مقرر ہوئے۔ عیسائی مبلغین میں سرگرم اور فعال شخصیت ہونے کی وجہ سے بہت جلد "قسیس" کا لقب پایا۔ لیکن جس قلب و دماغ کے مقدر میں راہ حق کا پانا ہو۔ اس کو بہت جلد ہی یہ راستہ دکھا دیا گیا۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ

تحقیق اور ریسرچ کی ذمہ داری کی وجہ سے ۱۹۵۵ء میں ایک دفعہ میری نظر کلام اللہ کی اس آیت مبارکہ پر پڑی

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الآیہ)

جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس آیت پر نظر پڑنے سے میری سعادت کی ابتدائی ہوئی۔ اطمینان قلب کے لیے جملہ مواد یہاں سے میسر ہوئے۔ اگرچہ ابتدائی ایام تھے لیکن حقیقت کی تلاش میں خالی الذہن ہو کر میں نے پورے مذہب عیسائیت کو دیکھا۔

آریوس اور نونیروس کی آراء کے علاوہ تورات و انجیل کا حرف بحرف مطالعہ کرتا رہا۔ اس حقیقت کی تلاش کے جرم میں اپنوں کے مظالم کے لیے تختۂ مشق بھی بنا۔ لیکن ان کی پرواہ کیے بغیر میں نے اپنا کام جاری رکھا جذبۂ تلاش دن بدن قوی سے قوی تر ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ مذہبی ذمہ داریوں کو بھی خیرآباد کہہ کر ہمہ تن "النبی الامی" کی تلاش میں رہا۔ آخر کار جب خداوند لایزال کی شان کریمانہ اور رحیمانہ جوش میں آئی اور مقدر کا وہ وقت پورا ہوا۔ جہل و کفر و استبداد کے دور سے نکل کر اسلام کی زندگی مقدر بن گئی۔ تو مذہبی سرپرست کو ان الفاظ میں اپنے ایمان کا اظہار کر کے مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔

"آمنت باللہ الواحد الاحد و بمحمد رسولا نبیا"

اسلام لانے کے بعد آپ کی عمر کا اکثر حصہ تحقیق کے میدان میں گذرا آج بھی ان ہی امور میں مصروف ہیں۔ آپ کے ایمان لانے سے آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی (جو کہ تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں) بھی مشرف باسلام ہوئے۔ محقق عالم ہونے کی وجہ سے "استشراق" فتنہ اسرائیلیت اور تقابل ادیان جیسی اہم موضوعات آپ کے قلم کی جولان گاہ ہیں۔ ان ہی موضوعات پر نصف درجن سے زائد تصانیف مصر کے مشہور مطابع سے بار بار طبع ہو رہی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت آپ کی مشہور زمانہ تصنیف "محمد فی التورات والانجیل والقرآن کو حاصل ہے۔

محمد فی التوراۃ والانجیل والقرآن یہ کتاب استاذ موصوف کے اس قیمتی علمی سرمایہ کا ایک مجموعہ ہے جو آپ کی رشد و ہدایت کے لیے ذریعہ بنی۔ مصر کے مختلف مطابع سے پانچ دفعہ کثیر تعداد میں طبع ہوئی۔ کتاب کی خصوصیت

یہ ہے کہ موضوع کے اثبات میں پورا علمی مستند سرمایہ فراہم کر رہی ہے۔ تورات و انجیل کی ورق گردانی اور سطر بینی کے بعد یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ "یجدونہم مکتوبا عندہم فی التورات والانجیل" کی یہ تائید الی یوم القیامہ ہوتی رہے گی۔

اس اہم مسئلہ کے علاوہ کتاب کے مطالعہ سے "عیسائیت" سے انسان واقف ہو جاتا ہے۔ اور بے اختیار یہ صدائیں نکلتی ہیں کہ موجودہ دور میں عیسائی مذہب اضافوں اور ترمیمات کی وجہ سے ایک آسمانی دین نہیں رہا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمودات سے اس کا کچھ تعلق ہے۔ جب کہ خود ساختہ عقائد و مسائل کا دوسرا نام مذہب عیسائیت ہے۔ جیسی کہ یہ حقیقت تثلیث کے مسئلہ میں مصنف واضح کر رہے ہیں۔

مشائخ ازہر میں دوسری پرکشش اور مؤثر شخصیت دکتور مصطفےٰ شلبی کی ہے۔

دکتور مصطفےٰ شلبی | ۵۰ سال سے زائد معمر شخصیت، ہنس مکھ، خوش مزاج اور خوش اخلاقی کے علاوہ اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں۔ آپ ۱۹۱۰ء میں محافظہ منوفیہ کے "دمیت عفیف" نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم کے بعد آپ جامعہ ازہر سے منسلک ہوئے۔ یہاں تک کہ دراسات علیا کے اسناد ازہر سے لئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے "تعلیل الاحکام فی الاصول" جیسے معرکۃ الآرا مسئلہ پر تخصص کر کے پی ایچ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری امتیازی کامیابی سے حاصل کی۔

"تعلیل الاحکام فی الاصول" کے نام سے آپ کا مجموعہ شائع ہوا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ازہر نے زیور طبع سے آراستہ کر کے دنیا کی عظیم یونیورسٹیوں اور اہم شخصیات کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا۔

علاوہ ازیں فقہی موضوعات پر آپ کی قیمتی تصنیفات ہیں جن میں المدخل لدراسۃ الفقہ الاسلامی (جو مصر اور بیروت سے گیارہ مرتبہ شائع ہوئی) احکام الاسرۃ فی الاسلام۔ کتاب احکام الوصایا۔ احکام المواریث اور کتاب اصول الفقہ الاسلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فقہی امور سے آپ کا دلی لگاؤ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کا رشحات قلم کا زیادہ تر تعلق فقہ اور قیاس سے رہا ہے۔ آپ "نشاۃ المذاہب" موضوع پر بحث کرتے۔ اور ہر ہفتہ کے دن تشریف لاتے۔ بغیر کسی ناغہ کے باقاعدہ وقت پر حاضر ہوتے۔ آپ کے بعد کسی دوسرے ڈاکٹر کا محاضرہ نہیں رہتا۔ اس لئے ظہر کی نماز تک آپ لگے رہتے کبھی کبھار یوں بھی ہوتا کہ محاضرہ کو جاری رکھ کر بعد میں دوسری جماعت کراتے۔ فقہی مسائل میں منصف مزاج تھے دوران درس امام ابو حنیفہ کے مداح رہتے۔ بسا اوقات یہاں شبہ ہوتا کہ کہیں آپ حنفی المسلک ہیں۔ تمام اساتذہ میں آپ انفرادی خصوصیت کے مالک تھے۔ جب کسی مسئلہ پر بحث شروع کرتے تو مسئلہ کی تہہ میں جاتے۔ اور نادر مسائل بیان فرماتے۔ اثبات قیاس میں جو دلائل آپ نے دئے ان میں اکثر دلائل کا ملنا کتابوں کے صفحات پر مشکل ہے۔ اس محققانہ

انداز بیان کو دیکھ کر ہمارے ایک شریک درس حضرت مولانا علی اصغر صاحب خطیب پنجاب نے ایک دفعہ فرمایا کہ بابا مصطفیٰ شلبی یوں بولتا ہے جیسا کہ علامہ شمس الحق افغانی بول رہا ہو۔ انداز بیان سادہ ہوتا۔ کسی مشکل مسئلہ کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش میں رہتے۔ الغرض ایک استاذ کی جملہ خوبیوں کے آپ مالک تھے۔

"تاہم لغت عامہ سے عادی ہونے کی وجہ سے آپ عامی لغت میں گفتگو فرماتے۔ عادت سے مجبور ہو کہ تلاوت قرآن اور حدیث کی نقل میں بھی زبان عامی لغت کو اختیار کر لیتی۔ مثلاً ایک دفعہ فرمایا۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ۔

میں نے پوچھا کہ حضرت آپ پر لغت عامی کا اثر کیوں اتنا غالب ہے۔ ایک جید عالم ہونے کی حیثیت سے آپ پر فصیح عربی رنگ غالب ہونا چاہیئے۔ جب کہ اس کے برعکس آپ لغت عامی بول رہے ہیں۔ فرمایا نہ عمر بھر یونیورسٹیوں میں رہ کر لغت عامی سے واسطہ رہا ہے اس لئے کوشش کے باوجود بھی زبان بے ساختہ لغت عامی کو اختیار کر لیتی ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کے "مجمع الفقہ الاسلامی" اور مجلس الاعلیٰ کے شئون اسلامیہ کی رکنیت کے علاوہ آپ مصر کے اہم مذہبی سربراہ ادارہ "مجمع البحوث الاسلامیہ" کے ممبر ہیں۔ (جاری ہے)